# فہم القرآن

# ترجمۂ قرآن مجید

## مع صرفی و نحوی تشریح


از: لطف الرحمٰن خان

نظرِ ثانی: حافظ نذیر احمد ہاشمی


## سورة البقرة (مسلسل)

### آیت ۱۴۸

﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۛ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴾

وَجَهَ (ض) وَجْهًا فُلَانًا: مُنہ پر مارنا اور رد کرنا۔ لوگوں کے نزدیک وجاہت میں بڑھ جانا۔

وَجُهَ (ک) وَجَاهَةً: وجیہہ ہونا' صاحبِ وجاہت ہونا۔

وَجَّهَ اِلٰی فُلَانٍ: کسی کے پاس جانا۔ ہٗ اِلٰی فُلَانٍ: کسی کے پاس بھیجنا۔ ہٗ الْاَمِيْرُ: باعزت بنانا۔ وَجَّهَ الشَّیْءَ: کسی طرف پھیر دینا۔ ﴿وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ (الانعام:۷۹) ''میں نے اپنا چہرہ پھیر لیا اُس ہستی کی طرف جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا''۔

تَوَجَّهَ اِلَيْهِ: متوجہ ہونا اور قصد کرنا۔

اَلْوَجْهُ: چہرہ۔ ج اَوْجُهٌ وَوُجُوْهٌ وَاُجُوْهٌ۔

''وِجْهَةٌ'' مصدر بمعنی قبلہ یا اسم مکان ہے۔ یعنی وہ سمت جس کی طرف رُخ کیا جائے۔ اوّل صورت میں ''واو'' کا موجود ہونا غیر قیاسی ہے۔ قیاس کا تقاضا ہے کہ اس کو حذف

کر دیا جائے‘ لیکن صرف اصل پر تنبیہہ کرنے کے لیے باقی رکھا گیا ہے۔ دوسری صورت میں ’’واؤ‘‘ کا بقا قیاسی ہے‘ مراد ہر دو صورتوں میں وہ سمت ہے جس کی طرف رُخ کیا جائے۔

**س ب ق**

سَبَقَ (ض) سَبْقًا : تیز چلنا‘ آگے نکلنا۔ اس بنیادی مفہوم کے ساتھ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے: (۱) کسی بات کا آگے نکلنا‘ یعنی بات کا طے ہو جانا‘ فیصلہ ہو جانا۔ ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝﴾ (الصّٰفّٰت) ’’اور آگے نکل چکا ہے ہمارا فرمان (یعنی ہمارا فیصلہ ہو چکا ہے) ہمارے بھیجے ہوئے بندوں (یعنی رسولوں) کے لیے۔‘‘ (۲) کسی کی پکڑ سے آگے نکلنا‘ یعنی بھاگ نکلنا۔ ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا﴾ (الانفال:۵۹) ’’اور ہرگز گمان نہ کریں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ وہ لوگ بھاگ نکلے۔‘‘ (۳) کسی کام میں آگے نکلنا‘ یعنی پہل کرنا‘ سبقت کرنا۔ ﴿لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَا اِلَيْهِ﴾ (الاحقاف:۱۱) ’’اگر وہ ہوتا بہتر تو وہ لوگ ہم پر سبقت نہ کرتے اس کی طرف۔‘‘ (۴) کسی کی بات سے آگے نکلنا‘ یعنی حکم عدولی کرنا‘ نافرمانی کرنا۔ ﴿لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (الانبیاء) ’’وہ لوگ نافرمانی نہیں کرتے اس کی بات میں اور وہ لوگ اُس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔‘‘

سَابِقٌ (اسم الفاعل) : آگے نکلنے والا۔ ﴿وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ﴾ (یٰسٓ:۴۰) ’’اور نہ رات دن کے آگے نکلنے والی ہے۔‘‘

مَسْبُوْقٌ (اسم المفعول): جس کی گرفت سے نکلا گیا‘ یعنی بے بس کیا ہوا‘ عاجز کیا ہوا۔ ﴿وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝﴾ (الواقعۃ) ’’اور ہم عاجز کیے ہوئے نہیں ہیں۔‘‘

سَابَقَ (مفاعلہ) مُسَابَقَةً : دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرنا‘ لپکنا۔

سَابِقْ (فعل امر): تو آگے نکل‘ تو لپک۔ ﴿سَابِقُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ﴾ (الحدید:۲۱) ’’تم لوگ لپکو اپنے ربّ سے مغفرت کی طرف اور جنت کی طرف۔‘‘

اِسْتَبَقَ (افتعال) اِسْتِبَاقًا : اہتمام سے آگے نکلنا‘ یعنی آگے نکلنے کا مقابلہ کرنا‘ دوڑ لگانا۔ ﴿اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا﴾ (یوسف:۱۷) ’’بیشک ہم گئے کہ ہم دوڑ لگاتے ہیں اور ہم نے چھوڑا یوسف (علیہ السلام) کو اپنے سامان کے پاس۔‘‘

**ترکیب** : اس میں ’’واؤ‘‘ استیناف ہے۔ ’’وِجْهَةٌ‘‘ مبتدأ نکرہ ہے۔ اس کی خبر ’’مَوْجُوْدٌ‘‘ محذوف ہے۔ ’’لِكُلٍّ‘‘ متعلق خبر تھا جو اَب قائم مقام خبر مقدم ہے۔ ’’هُوَ‘‘

مبتدأ اور ''مُوَلِّيْهَا'' اس کی خبر ہے۔ ''مُوَلِّيْهَا'' میں اسم الفاعل ''مُوَلٍّ'' آیا ہے۔ مضاف ہونے کی وجہ سے تنوین ختم ہوئی تو ''مُوَلِّيْ'' ہوا۔ یہاں پر اسم الفاعل فعل کا کام کر رہا ہے جو دو مفعول کا تقاضا کرتا ہے۔ پورا جملہ اس طرح ہوتا: ''هُوَ مُوَلٍّ نَفْسَهٗ اِلٰى تِلْكَ الْوِجْهَةِ''۔ چونکہ دونوں مفعول ''نَفْسٌ'' اور ''وِجْهَةٌ'' کی ضمیریں مضاف الیہ کے طور پر آئی ہیں اس لیے مفعول اوّل ''نَفْسٌ'' کی ضمیر کو محذوف کر دیا گیا۔ یا تقدیر عبارت یوں ہے: ''لِكُلٍّ قِبْلَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا وِجْهَةً''۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ ''هُوَ'' ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہو۔ اس صورت میں تقدیر عبارت یوں ہوگی: ''اَللّٰهُ مُوَلِّيْهَا اِيَّاهُ''۔ ''فَاسْتَبِقُوْا'' فعل امر ہے۔ اس کا فاعل اس میں ضمیر مرفوع متصل واو ہے۔ ''اَلْخَيْرٰتِ'' اس کا مفعول ہے' لیکن ''فَاسْتَبِقُوْا'' کو فعل لازم ہونے کی بنا پر مفعول کی ضرورت نہیں۔ اس کو پہلے حرفِ جر ''اِلٰى'' کے ذریعہ متعدی کیا گیا۔ عبارت یوں ہے: ''فَاسْتَبِقُوْا اِلَى الْخَيْرٰتِ''۔ بعد میں ''اِلٰى'' کو حذف کر دیا گیا اور ''اَلْخَيْرٰتِ'' کو منصوب کر دیا گیا اور یہ منصوب علیٰ نزع الخافض ہے۔ ''اَيْنَمَا'' اسم شرط جازم منصوب علی الظرفیۃ المکانیۃ ہے۔ ''تَكُوْنُوْا'' فعل شرط مجزوم ''واو'' اس کا فاعل ''يَاْتِ'' جواب شرط فعل اور لفظ ''اللہ'' فاعل ''بِكُمْ'' جار مجرور متعلق ''يَاْتِ''۔ ''جَمِيْعًا'' حال ہے ''كُمْ'' ضمیر سے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ میں ''اِنَّ'' حرفِ مشبہ بالفعل' لفظ ''اللہ'' اس کا اسم ''قَدِيْرٌ'' خبر اور ''عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ'' متعلق ''قَدِيْرٌ'' کے ہے۔ یہ جملہ اسمیہ تعلیلیہ ہے۔ ''لَا مَحَلَّ لَهَا مِنَ الْاَعْرَابِ''۔ ''تَكُوْنُوْا'' شرط ہونے کی وجہ سے اور ''يَاْتِ'' جوابِ شرط ہونے کی وجہ سے حالتِ جزم میں ہیں۔

ترجمہ

| | |
|---|---|
| وَلِكُلٍّ : اور سب کے لیے | وِّجْهَةٌ : توجہ کرنے کی کچھ سمتیں ہیں |
| هُوَ : وہ | مُوَلِّيْهَا : پھیرنے والا ہے (خود کو) اس کی طرف |
| فَاسْتَبِقُوا : پس تم لوگ آگے نکلنے کا مقابلہ کرو | الْخَيْرٰتِ : بھلائیوں میں |
| اَيْنَ مَا : جہاں کہیں بھی | تَكُوْنُوْا : تم لوگ ہو گے |
| يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ : اللہ لے آئے گا تم لوگوں کو | جَمِيْعًا : سب کے سب کو |

اِنَّ اللّٰہَ : بیشک اللہ — عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ : ہر چیز پر

قَدِیْرٌ : قدرت رکھنے والا ہے

نوٹ (۱) : اس آیت میں ہماری راہنمائی کی گئی ہے کہ ہر ایک نے اپنا اپنا قبلہ بنایا ہوا ہے اور وہ اُدھر ہی رُخ کرے گا۔ اس لیے اپنے قبلہ کی برتری ثابت کرنے کے لیے بحث ومباحثہ میں وقت ضائع مت کرو' کیونکہ اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔ پس یہی وقت بھلائی کے کاموں میں صرف کرو اور اس میدان میں اپنے مدِ مقابل سے آگے نکلنے کا مقابلہ کرو۔

## آیت ۱۴۹

﴿وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَاِنَّہٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ ۭ وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴾

**ترکیب** : ''واؤ'' استیناف ''مِنْ'' حرفِ جر ''حَیْثُ'' مجرور۔ جار مجرور متعلق ''فَوَلِّ'' (متاخر) لیکن ''فَوَلِّ'' کو متعلق ماننے سے لازم آتا ہے اعمال ''مَا بَعْدَ الْفَاءِ فِیْمَا قَبْلَھَا وَھُوَ مُمْتَنِعٌ فَالْاَوْلٰی تَعْلِیْقُھُمَا بِفِعْلٍ مَحْذُوْفٍ یُفَسِّرُہٗ فَوَلِّ اَیْ وَلِّ وَجْھَکَ مِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ ''(خَرَجْتَ) فعل و فاعل' والجملة الفعلية فى محل جر بالاضافة۔ ''فَوَلِّ'' فاء رابطہ ہے' کیونکہ ''حَیْثُ'' میں معنی شرط کا موجود ہے۔ ''وَلِّ'' فعل امر' اس میں ضمیر اس کا فاعل ''وَجْھَکَ'' مفعول بہ۔ ''شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ'' ظرف مکان متعلق ''وَلِّ'' کے۔ ''وَاِنَّہٗ'' میں ''واؤ'' عاطفہ یا حالیہ ''ہ'' ضمیر اس کا اسم ''لَلْحَقُّ'' میں لام مزحلقہ ''الْحَقُّ'' خبر ''مِنْ رَبِّکَ'' جار مجرور متعلق محذوف ''کَائِنًا'' جو حال ہے ''الْحَقُّ'' سے۔

**ترجمہ**

وَمِنْ حَیْثُ : اور جہاں سے — خَرَجْتَ : آپؐ نکلیں

فَوَلِّ : تو آپؐ پھیریں — وَجْھَکَ : اپنے چہرے کو

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ : مسجد حرام کی طرف — وَاِنَّہٗ : اور بیشک یہ

لَلْحَقُّ : حق ہے — مِنْ رَّبِّکَ : آپؐ کے ربّ کی جانب سے

وَمَا اللّٰہُ : اور اللہ نہیں ہے — بِغَافِلٍ : غافل

عَمَّا: اس سے جو　　　تَعْمَلُوْنَ: تم لوگ کرتے ہو

نوٹ (۱): آپ پڑھ چکے ہیں کہ لامِ تعریف پر جب لامِ جارّہ (لِ) داخل ہوتا ہے تو لامِ تعریف کا ہمزۃ الوصل لکھنے میں گر جاتا ہے۔ جیسے ''لِلْمُتَّقِیْنَ''۔ اسی طرح سے لامِ تعریف پر جب لامِ تاکید (لَ) داخل ہوتا ہے تب بھی ہمزۃ الوصل لکھنے میں گر جاتا ہے۔ اس حوالے سے نوٹ کریں کہ ''لَلْحَقُّ'' دراصل ''لَ الْحَقُّ'' تھا جو ''لَلْحَقُّ'' لکھا گیا ہے۔

## آیت ۱۵۰

﴿وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۤ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۤ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۤ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۱۵۰﴾

**ترکیب**: ''لِئَلَّا'' میں لامِ تعلیل ''اَلَّا'' میں ''اَنْ'' ناصبہ اور ''لَا'' نافیہ ''يَكُوْنَ'' فعل ناقص ''لِلنَّاسِ'' جار مجرور متعلق خبر محذوف ''عَلَيْكُمْ'' جار مجرور متعلق ''قائمۃٌ'' محذوف جو حال ہے۔ ''عَلَيْكُمْ'' اگرچہ ''حُجَّةٌ'' کی صفت ہے لیکن مقدم ہونے کی وجہ سے اس کو بجائے صفت کے حال بنا دیا گیا ہے (كَمَا هِيَ القَاعِدَةُ) ''حُجَّةٌ'' اسم ہے ''يَكُوْنَ'' کا۔ ''اِلَّا'' حرفِ استثناء ''الَّذِيْنَ'' موصول ''ظَلَمُوْا'' فعل ''واو'' فاعل ''مِنْهُمْ'' جار مجرور متعلق کَائِنِيْنَ حال ہے واو ضمیر سے۔ یہ صلہ ہے۔ موصول+صلہ مستثنیٰ. مستثنیٰ منہ ''النَّاس'' ہے۔ ''فَلَا تَخْشَوْهُمْ'' میں الفاء هي الفصيحة اى اذا عرفتم ذالك ورسخت حقيقته في نفوسكم۔ ''لَا'' نَاهِيَة ''تَخْشَوْهُمْ'' میں ''تَخْشَوْا'' فعل ''واوٗ'' ضمیر فاعل ''هُمْ'' ضمیر مفعول۔ ''وَاخْشَوْنِيْ'' میں ''واوٗ'' عاطفہ ''اخْشَوْا'' فعل+ با فاعل ''ن'' وقایہ ''ی'' ضمیر مفعول بہ۔ ''وَلِاُتِمَّ'' میں ''واوٗ'' عاطفہ ''لِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ'' جملہ فعلیہ عطف ہے لِئَلَّا يَكُوْنَ ...... پر۔

ترجمہ

وَمِنْ حَيْثُ: اور جہاں سے　　　خَرَجْتَ: آپؐ نکلیں

فَوَلِّ: تو آپؐ پھیریں　　　وَجْهَكَ: اپنے چہرے کو

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ :مسجد حرام کی طرف
وَحَيْثُ مَا:اور جہاں کہیں بھی
كُنْتُمْ :تم لوگ ہو
فَوَلُّوْا:تو تم لوگ پھیرو
وُجُوْهَكُمْ :اپنے چہروں کو
شَطْرَهٗ:اس کی طرف
لِئَلاَّ يَكُوْنَ :تا کہ نہ ہو
لِلنَّاسِ :لوگوں کے لیے
عَلَيْكُمْ:تم لوگوں پر
حُجَّةٌ :کوئی حجت
اِلاَّ الَّذِيْنَ :سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے
ظَلَمُوْا:ظلم کیا
مِنْهُمْ:ان میں سے
فَلَا تَخْشَوْهُمْ :پس تم لوگ مرعوب مت ہواُن لوگوں سے
وَاخْشَوْنِيْ :اور مرعوب ہو مجھ سے
وَلِاُتِمَّ :اور تا کہ میں تمام کروں
نِعْمَتِيْ :اپنی نعمت کو
عَلَيْكُمْ :تم لوگوں پر
وَلَعَلَّكُمْ :اور شاید کہ تم لوگ
تَهْتَدُوْنَ :ہدایت پاؤ

نوٹ (۱) :تحویل قبلہ کا حکم یہودیوں پر بہت بھاری تھا۔ان کی معزولی کے تابوت میں یہ آخری کیل تھا۔اس لیے وہ اپنی تمام تر ذہانت اور فطانت کو بروئے کار لا کر ہر قسم کے اعتراضات کر رہے تھے اور وسوسہ اندازی کا کاروبار بھی پورے زور و شور سے جاری تھا۔کچھ سادہ لوح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس طوفان سے متاثر ہو جانا ایک فطری بات تھی۔ان کے اطمینانِ قلب کے لیے تحویل قبلہ کے حکم کی تکرار کی گئی ہے۔

نیز''مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ'' کے ساتھ''حَيْثُ مَا كُنْتُمْ'' کے الفاظ لا کر اس بات کو کھول دیا گیا کہ یہ حکم جو حضور ﷺ کو دیا گیا ہے وہی حکم پوری اُمت کے لیے بھی ہے۔اُصول یہ ہے کہ جو حکم حضور ﷺ کو دیا گیا ہے وہی حکم پوری اُمت کے لیے بھی ہے' لیکن تحویلِ قبلہ کے حکم کو اِس اصول پر نہیں چھوڑا گیا تا کہ آ گے چل کر تعیین قبلہ کے ضمن میں کوئی مین میخ نکالنے کی یا اگر چہ' مگر چہ' چنین کہ' چنانچہ کی دھونی رمانے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔مثلاً کوئی ریسرچ سکالر یہ دُور کی کوڑی لا سکتا تھا کہ چونکہ حضور ﷺ نے بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھی ہے اور بیت اللہ کی طرف بھی' اس لیے دونوں میں سے کسی طرف رُخ کر لیا جائے درست ہوگا۔سچی بات یہ ہے کہ ایک دانشور دوست سے اس نکتہ پر میری بات ہو چکی ہے۔

اُن کا خیال تھا کہ اگر ہم لوگ اپنے ملاّ پن سے باز آ جائیں‘ ذرا سی وسیع النظری کا مظاہرہ کریں تو عالمی امن میں انقلاب آ جائے گا اور پاکستان کو ہونے والے فوائد کا شمار کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس کی دلیلِ قاطع سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۴۳ ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ...... الی آخر الآیۃ﴾

بہرحال یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ تحویل قبلہ کے ضمن میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۴۲ سے اس آیت تک تکرار‘ تاکید اور وضاحت کا جو انداز اختیار کیا گیا ہے اس کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس نوعیت کی حجت و تکرار کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند کر دیے جائیں۔

نوٹ (۲): دوسروں کے نظریات اور طرزِ زندگی کو ترقی یافتہ سمجھنا جبکہ اسلامی نظریات اور طرزِ زندگی کو فرسودہ قرار دے کر موجودہ زمانے میں ناقابلِ عمل سمجھنا دراصل ایک ذہنی بیماری ہے جو عمل میں بھی سرایت کر جاتی ہے۔ اس قسم کی ذہنی مرعوبیت سے‘ اس آیت میں‘ بالکل دوٹوک الفاظ میں منع فرمایا گیا ہے اور ﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِیْ﴾ کا یہی مطلب ہے‘ کیونکہ یہ آیت صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ہی نہیں آئی تھی بلکہ ہمارے اور آپ کے لیے بھی آئی ہے۔

اس حکم کے ساتھ ہی ہمارے ربّ نے ایک وعدہ بھی کیا ہے کہ کوئی قوم جب کبھی بھی ''وَاخْشَوْنِیْ'' پر عمل کرے گی تو اللہ تعالیٰ اُس قوم پر اپنی نعمت تمام کر دے گا۔ غور کریں کہ ''اُتِمُّ'' (میں تمام کرتا ہوں یا کروں گا) کہنے کے بجائے ''لِاُتِمَّ'' (تاکہ میں تمام کروں) فرمایا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اتمامِ نعمت کا وعدہ ''وَاخْشَوْنِیْ'' کے حکم کے ساتھ مشروط ہے۔

میں نے اپنے دانشور دوست کے سامنے تصویر کا یہ رُخ رکھ کر انہیں دعوت دی کہ ہمارے دانشور لوگ اگر ذہنی غلامی سے آزادی حاصل کر کے ''وَاخْشَوْنِیْ'' پر عمل پیرا ہونے پر آمادہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ پاکستان پر اپنی نعمت تمام کر دے گا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ ہمارے دوست کم از کم ایک مرتبہ غور تو کر لیں کہ اُس وقت پاکستان کو کتنے فوائد حاصل ہوں گے‘ لیکن وہ اپنے قبلہ سے رُخ پھیرنے پر آمادہ نہ ہوئے اور ''هُوَ مُوَلِّيهَا'' کا عملی مظاہرہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اِس کے ساتھ ہی اِس آیت میں ''قِبْلَةٌ'' کے بجائے ''وِجْهَةٌ'' کا لفظ لانے کی حکمت بھی سمجھ میں آ گئی۔ ہماری کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ ''وہ برا وقت'' آنے سے پہلے ہی‘ محض اُس کی دہشت سے‘ ہمارے دوست ویزا لے کر کینیڈا چلے

گئے۔ ''پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا''۔ یہ دراصل Brain Drain کا لطیف ترجمہ ہے۔Drain کے لفظی معنی بیان کرنے سے ترجمہ کثیف ہو جاتا ہے۔

## آیت ۱۵۱

﴿کَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِیۡکُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡکُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡکُمۡ اٰیٰتِنَا وَیُزَکِّیۡکُمۡ وَیُعَلِّمُکُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَیُعَلِّمُکُمۡ مَّا لَمۡ تَکُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۵۱﴾﴾

''کَمَا'' میں ''کَ'' حرفِ جار ''ما'' مصدریہ ''اَرْسَلْنَا'' فعل فاعل ''فِیْکُمْ'' جار مجرور متعلق ''اَرْسَلْنَا'' ''رَسُوْلاً'' مفعول بہ ''مِنْکُمْ'' جار مجرور متعلق کائناً صفت اوّل ''رَسُوْلاً'' کی۔ ''یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیَاتِنَا'' یہ جملہ فعلیہ صفت دوم ''وَیُزَکِّیْکُمْ'' صفت سوم۔ ''وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ'' صفت چہارم۔ ''وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ'' صفت پنجم۔ ''اَرْسَلْنَا'' فعل' فاعل' مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ہو کر مصدر محذوف ''ھِدَایَۃً'' کی صفت ہو کر محل نصب میں ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے: ''لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ھِدَایَۃً کَاِرْسَالِنَا رَسُوْلاً مِّنْکُمْ''۔

**ترجمہ**

| | |
|---|---|
| کَمَا : جیسا کہ | اَرْسَلْنَا : ہم نے بھیجا |
| فِیْکُمْ : تم لوگوں میں | رَسُوْلاً : ایک ایسا رسول |
| مِّنْکُمْ : تم لوگوں میں سے | یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ : جو پڑھ کر سناتا ہے تم لوگوں کو |
| اٰیٰتِنَا : ہماری آیات | وَیُزَکِّیْکُمْ : اور جو تزکیہ کرتا ہے تم لوگوں کا |
| وَیُعَلِّمُکُمُ : اور جو تعلیم دیتا ہے تم لوگوں کو | الْکِتٰبَ : احکام کی |
| وَالْحِکْمَۃَ : اور حکمت کی | وَیُعَلِّمُکُمْ : اور جو تعلیم دیتا ہے تم لوگوں کو |
| مَّا : اس کی جو | لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ : تم لوگ نہیں جانتے تھے |

نوٹ (۱) : آیت زیر مطالعہ کی ابتدا لفظ ''کَمَا'' (جیسا کہ) سے ہوئی ہے۔ اس کا ربط گزشتہ آیت کے آخری حصے سے ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تاکہ میں تم لوگوں پر

اپنی نعمت تمام کروں اور تا کہ تم لوگ ہدایت پاؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح حضورﷺ کی بعثت انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا ایک احسانِ عظیم ہے اور انسانیت کی ہدایت کے لیے ہے اسی طرح تحویل قبلہ کا حکم بھی اللہ کا احسان ہے اور ہماری ہدایت کے لیے ہے۔

نوٹ (۲) : اس آیت کا مفہوم گزشتہ آیت ۱۲۹ میں واضح کر دیا گیا ہے۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس حقیقت کو ایک مرتبہ پھر ذہن نشین کر لیا جائے کہ اسلام کے تجویز کردہ تزکیہ کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات کی تلاوت اس طرح کی جائے جیسا کہ اُن کی تلاوت کا حق ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے : ﴿یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ﴾ (البقرۃ:۱۲۱)۔ باقی طریقے دیگر مذاہب سے مستعار لے کر مسلمان کیے گئے ہیں۔ نظریات وعقائد کے تزکیہ کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا ممکن ہوتا ہے اور احکام کی حکمت عمل کے بعد سمجھی جاتی ہے۔

دنیاوی معاملات میں تو کسی کام کی حکمت سمجھنے کے بعد اُس پر عمل کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرنا درست طریقہ کار ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مختلف طریقہ ہائے کار میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کا ہمیں اختیار اور آزادی حاصل ہے یعنی ہمارے پاس Choice ہے لیکن اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد اس کے احکام کے ضمن میں ہماری Choice ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے احکامِ الٰہی کے لیے یہی ترتیب درست ہے کہ پہلے اُن پر عمل کیا جائے اور بعد میں ان کی حکمت سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

## آیت ۱۵۲

﴿فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ﴾

**ترکیب**: ''فاء'' فصیحة ای اذا شئتم الاهتداء الی محجة الصواب فاذکرونی''۔ ''اُذْكُرُوْنِیْ'' فعل امر مبنی علی حذف النون۔ ''واو'' فاعل ''ن'' وقایہ ''یاء'' ضمیر متکلم مفعول بہ۔ ''اَذْكُرْكُمْ'' فعل مضارع مجزوم جواب امر ہونے کی بنا پر۔ فاعل ''انا'' ضمیر مستتر۔ ''كُمْ'' ضمیر مفعول بہ۔ ''وَاشْكُرُوْا لِیْ'' عطف ہے ''اُذْكُرُوْنِیْ'' پر۔ فعل ''شَكَرَ'' متعدی بلا واسطہ اور کبھی متعدی بواسطہ حرف الجر ہوتا ہے۔ ''لِیْ'' جار مجرور متعلق ''اشْكُرُوْا''۔ ''وَلَا تَكْفُرُوْنِ'' میں ''واو'' حرفِ عطف ''لَا'' ناہیہ ''تَكْفُرُوْا'' فعل۔ ''واو'' ضمیر اس کا فاعل۔ ''ن'' وقایہ ''ی'' ضمیر متکلم مفعول بہ۔

ترجمہ

فَاذْكُرُوْنِيْ :پس تم لوگ یاد کرو مجھ کو اَذْكُرْكُمْ :تو میں یاد رکھوں گا تم لوگوں کو

وَاشْكُرُوْا لِيْ:اور تم لوگ شکر ادا کرو میرا وَلَا تَكْفُرُوْنِ :اور تم لوگ ناشکری مت کرو میری

نوٹ (۱) : بہت عرصہ پہلے ایک کتابچہ ''ذکر اللہ'' پڑھا تھا جو مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی تحریر تھی۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص زبان سے سبحان اللہ کی تکرار کر رہا ہے لیکن اس کا دماغ اور دل کہیں اور مصروف ہے۔ یہ شخص ان سے تو بہتر ہے جن کی زبان کسی قسم کی بدگوئی میں مصروف ہے' لیکن اس کا یہ عمل ذکر اللہ نہیں ہے' بلکہ ذکر کا ذریعہ ہے۔ دوسرا شخص زبان سے الحمد للہ کی تکرار کر رہا ہے' اس کا ذہن بھی متوجہ ہے لیکن دل شکر کے جذبات سے خالی ہے۔ یہ پہلے شخص سے بہتر ہے' لیکن یہ بھی ابھی ''ذریعۂ ذکر'' میں ہے۔ تیسرا شخص اپنے قلب وذہن کی گہرائیوں سے پھوٹ بہنے والے جذبۂ شکر کے اظہار کے لیے زبان سے الحمد للہ کی تکرار کر رہا ہے۔ یہ سب سے بہتر ہے' لیکن یہ بھی ابھی ذکر اللہ کی منزل تک نہیں پہنچا ہے۔ صحیح جذبات و کیفیات کے ساتھ اللہ کو یاد کرنے والے کلمات کی زبان سے تکرار کرنے کے نتیجے میں جب کسی کو معاملات کرتے وقت اللہ کے احکام یاد آنے لگیں اور وہ ان پر عمل کرے' تو یہ ذکر اللہ ہے۔ اس حوالے سے اب آپ ''فَاذْكُرُوْنِيْ'' کا مفہوم سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کی کوشش کریں۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اُس نے اللہ کو یاد کیا' اگرچہ اس کی نماز' روزہ (نفلی) وغیرہ کم ہوں۔ اور جس نے احکامِ خداوندی کی خلاف ورزی کی اس نے اللہ کو بھلا دیا' اگرچہ اس کی نماز' روزہ (نفلی)' تسبیحات وغیرہ زیادہ ہوں۔ (معارف القرآن)

## آیت ۱۵۳

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾

ص ب ر

صَبَرَ (ض) صَبْرًا : مشکل اور ناموافق حالات میں عقل کے تقاضے پر قائم رہنا' ثابت قدم رہنا' برداشت کرنا۔ ﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ﴾ (الاحقاف:۳۵) ''تو آپؐ ثابت قدم رہیں جیسے کہ ثابت قدم رہے عزم والے رسولوں میں سے اور آپؐ جلدی نہ کریں ان کے لیے (یعنی کافروں کے لیے عذاب کی جلدی نہ کریں)'' ﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ (الشوریٰ) ''اور بیشک جس نے برداشت کیا اور معاف کیا تو یقیناً یہ حوصلے کے کاموں میں سے ہے۔''

اِصْبِرْ (فعل امر): تو ثابت قدم رہ' تو برداشت کر۔ اس کے لیے سورۃ الاحقاف کی آیت ۳۵ ملاحظہ کیجئے!

صَابِرٌ (اسم الفاعل): ثابت قدم رہنے والا' برداشت کرنے والا۔ ﴿اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ﴾ (الانفال:۶۵) ''اگر ہوں تم میں بیس ثابت قدم رہنے والے (جھیلنے والے) تو وہ لوگ غالب ہوں گے دو سو پر۔''

صَبَّارٌ: فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ مراد ہے بہت زیادہ ثابت قدم رہنے والا' بہت زیادہ جھیلنے اور برداشت کرنے والا۔ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴾ (ابراہیم) ''بیشک اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک بہت زیادہ ثابت قدم رہنے والے شکر گزار کے لیے۔''

صَبْرٌ (اسم ذات) : ثابت قدمی' برداشت۔ ﴿وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾ (العصر) ''اور انہوں نے باہم تاکید کی حق کی اور باہم تاکید کی ثابت قدمی کی۔''

صَابَرَ (مفاعلہ) مُصَابَرَةً : کسی کے مقابلہ پر ثابت قدمی میں غالب آنے کی کوشش کرنا۔

صَابِرْ ج صَابِرُوْا (فعل امر) : ثابت قدمی میں غالب آ ؤ یا غالب رہو۔ ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ﴾ (آل عمران:۲۰۰) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم لوگ ثابت قدم رہو اور ثابت قدمی میں غالب رہو اور باہم رابطہ رکھو۔''

اِصْطَبَرَ (افتعال) اِصْطِبَارًا : اہتمام سے ڈٹے رہنا۔

اِصْطَبِرْ (فعل امر) : اہتمام سے ڈٹے رہو۔ ﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ

عَلَيۡهَا ﴾(طٰہٰ:۱۳۲)''اور حکم دو اپنے گھر والوں کو نماز کا اور خود ڈٹے رہو اس (نماز) پر''۔

**ترکیب** : ''يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا'' میں ''یا'' حرفِ نداء ''اَیُّ'' منادیٰ نکرہ معینہ مقصودہ مبنی علی الضم مبدل منہ ''ھَا'' حرفِ تنبیہ۔ ''اَلَّذِيۡنَ'' اسم موصول ''اٰمَنُوۡا'' میں ''واؤ'' ضمیر بارز مرفوع متصل فاعل۔ فعل + فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ موصول صلہ مل کر بدل۔ مبدل منہ اور بدل مل کر منادیٰ۔ ندا اور منادیٰ مل کر مبتداٗ۔ ''اِسۡتَعِيۡنُوۡا'' فعل + فاعل ''بِالصَّبۡرِ'' جار مجرور متعلق ''اِسۡتَعِيۡنُوۡا''۔ ''وَالصَّلٰوةِ'' میں ''واو'' حرفِ عطف ''الصَّلٰوةِ'' معطوف بر ''الصَّبۡرِ''۔ ''اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ'' میں ''اِنَّ'' حرف مشبہ بالفعل۔ لفظ ''اللہ'' اس کا اسم۔ ''مَعَ'' ظرف مکان مضاف ''الصّٰبِرِيۡنَ'' مضاف الیہ۔ مضاف + مضاف الیہ کا متعلق ''مَوۡجُوۡدٌ'' ہے جو خبر محذوف ہے۔ ''اِنَّ'' اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ تعلیلیہ لامحل لھا من الاعراب۔ استعانت کے اَفعال کا مفعول یعنی جس کی مدد طلب کی جائے وہ بنفسہٖ آتا ہے اور جس چیز کے ذریعہ اس کی مدد حاصل کی جائے اس پر ''بِ'' کا صلہ آتا ہے۔ اس آیت میں ''اسۡتَعِيۡنُوۡا'' کے ساتھ ''بِالصَّبۡرِ'' آیا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ ''اسۡتَعِيۡنُوۡا'' کا مفعول محذوف ہے جو کہ اللہ ہے اور ''بِالصَّبۡرِ'' متعلق فعل ہے۔ ''وَالصَّلٰوةِ'' کی جر بتا رہی ہے کہ یہ بھی ''ب'' کے صلہ کے زیر اثر ہے۔ ''اِنَّ'' کا اسم منصوب ہوتا ہے اس لیے ''اِنَّ هِيَ'' نہیں آ سکتا' کیونکہ ''هِيَ'' ضمیر مرفوعہ ہے۔ چنانچہ ''اِنَّ'' کے ساتھ ضمیر منصوبہ ''هَا'' آئی ہے جو کہ صلوٰۃ کے لیے ہے۔

<u>ترجمہ</u>

| | |
|---|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا : اے لوگو جو ایمان لائے ہو! | اسۡتَعِيۡنُوۡا : تم لوگ مدد طلب کرو (اللہ کی) |
| بِالصَّبۡرِ : ثابت قدمی کے ذریعے | وَالصَّلٰوةِ : اور نماز کے ذریعے |
| اِنَّ اللّٰهَ : یقیناً اللہ | مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ : ثابت قدم لوگوں کے ساتھ ہے |

نوٹ (۱) : قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بار بار ہم کو صبر کی تاکید کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے دین کو جب سوچ سمجھ کر قبول کیا ہے تو اب اس پر ثابت قدم رہو' یعنی کوئی بھی تکلیف یا نقصان اور کوئی بھی فائدہ یا لالچ تمہارے قدم اس راہ سے ڈگمگا نہ سکے' یہاں تک کہ اس راہ میں اگر جان بھی قربان کرنی پڑے تو اس سے بھی دریغ مت کرو۔

دوسری طرف جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں ایک عقیدہ عام ہے۔ میرے علم کی حد تک ہر شخص اس کا قائل ہے اور اسے درست تسلیم کرتا ہے۔ وہ عقیدہ یہ ہے کہ "Everybody has a price tag on his back." یعنی ہر شخص کی پشت پر ایک لیبل ہوتا ہے جس پر اُس کی قیمت درج ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کی کوئی نہ کوئی قیمت ضرور ہوتی ہے جس پر اُس کو خریدا جا سکتا ہے' مسئلہ صرف قیمت کو سمجھنے اور ادا کرنے کا ہے۔ یہاں ہر شخص بکاؤ (For Sale) ہے۔ اس لیے نظریات' اخلاقیات' حبّ الوطنی وغیرہ کی حیثیت ریت کے گھروندوں سے زیادہ نہیں ہے' ان سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔

میں بھی اس کا قائل ہوں اور اس بات کو درست تسلیم کرتا ہوں کہ ہر شخص کی پشت پر اُس کی قیمت درج ہوتی ہے۔ البتہ مسئلہ اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب کچھ لوگوں کی قیمت کے طور پر ''جنت'' کی تحریر ابھر آتی ہے۔ اب یہ وہ قیمت ہے جس کو پڑھا بھی جا سکتا ہے' سمجھا بھی جا سکتا ہے' لیکن اس کو ادا کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ اُس وقت پھر ضمیر کے خریداروں کے کھمبا نوچنے سے آواز آتی ہے: ''Fundamentalist'' ویسے یہ ٹائٹل مجھے بہت اچھا لگتا ہے' کیونکہ اس میں سے دل جلنے کی سوندھی سوندھی مہک آتی ہے۔

❀❀❀❀

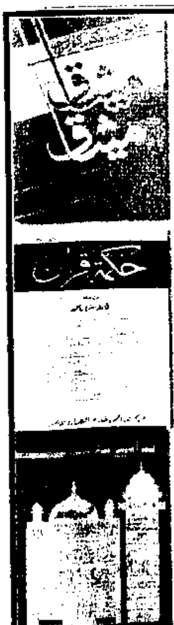

# جرائد 2004

(میثاق' حکمت قرآن' ندائے خلافت)

2004 کے تمام جرائد ایک سی ڈی میں یکجا کر دیے گئے ہیں

علاوہ ازیں جرائد 2002 اور 2003 کی CDs بھی دستیاب ہیں

قیمت صرف =/۳۰ روپے*

*علاوہ ڈاک خرچ

## مکتبہ خدّام القرآن لاھور

قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

www.tanzeem.org maktaba@tanzeem.org